مولانا رئیس احمد جعفری

روایات و محاضرات

مؤرخ مجلیؒ نے ایک مرتبہ تذکیر و موعظت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:

"اسے ابن آدم خدا ہر روز تجھے رزق دیتا ہے، مگر تو قانع نہیں ہوتا ملول و دلگیر رہتا ہے اور ہر روز تیری عمر گھٹا دیتا ہے مگر تو نہ رنج کرتا ہے نہ پروا۔

ایک بادشاہ ایک درویش کی طرف سے گزرا جو آرام سے فرش زمین پر سو رہا تھا۔ بادشاہ نے اسے ٹھوکر لگائی اور کہا،

"اٹھ کھڑا ہو، یہ بھی کوئی سونے کا وقت ہے؟"

وہ مرد درویش اٹھ بیٹھا، مگر بادشاہ کی طرف ذرا بھی ملتفت نہیں ہوا۔ بادشاہ نے یہ بے رخی اور استغنا دیکھ کر خشم و غضب کے عالم میں دریافت کیا:

"کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ —— نہیں جانتا میں کون ہوں؟"

مرد درویش نے جواب دیا:

"نہیں، —— ہاں مگر اتنا جانتا ہوں کہ تو جانوروں کی خو رکھتا ہے کہ ٹھوکر لگانا اور پاؤں سے ٹٹولنا جانوروں ہی کا کام ہے۔"

یہ سن کر بادشاہ کی برہمی میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا، اس نے سراپا قہر و عتاب بن کر کہا:

"میرا غلام ہو کر مجھ سے اس طرح کی باتیں کر رہا ہے، تیری یہ جرأت؟"

مرد درویش نے جواب دیا:

"تو میرے غلام کا غلام ہے سوچ کر بات کر!"

اب تو بادشاہ بھڑک اٹھا، اس نے خفگی کے عالم میں دریافت کیا:

"یہ کیونکر؟ ــــ میں اور تیرے غلام کا غلام؟"

مرد درویش نے یہ سن کر بڑی خود اعتمادی اور اطمینان کے ساتھ جواب دیا:

"ہاں تو میرے غلام کا غلام ہے، تو اپنی خواہش اور مرضی کا غلام ہے، اور میں نے اپنی مرضی اور خواہش کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان پر جب نزع کا عالم طاری ہوا تو اس کی نظر ایک دھوبی پر گئی جو اطمینان و یکسوئی کے عالم میں بیٹھا کپڑے دھو رہا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر بے ساختہ عبدالملک کے منہ سے نکلا:

"کاش میں دھوبی ہوتا، ہر روز محنت کرتا اور اپنی محنت کی کمائی سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرتا۔

عبدالملک کی یہ بات ابوحازمؒ کے کان تک پہنچی۔ یہ سن کر انھوں نے ارشاد فرمایا:

"خدا کا شکر ہے کہ مرتے وقت یہ ملوک وسلاطین ہماری طرح زندگی بسر کرنے کے متمنی نظر آتے ہیں، اور خدا کا شکر ہے کہ ہم کبھی بھی اس زندگی پر للچائی ہوئی نظر نہیں ڈالتے جو یہ لوگ بسر کرتے ہیں۔"

مورق عجلی نے ایک مرتبہ پند وموعظت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:

"اے ابن آدم!

تیرے پاس جو کچھ ہے وہ تیری گزر بسر کے لیے کافی ہے لیکن تو خود اسے اور مانگتا ہے اور زیادہ مانگتا ہے تاکہ خدا فراموشی کی زندگی بسر کر سکے، معصیت پر جری ہو سکے، منکرات کا ارتکاب زیادہ سے زیادہ کر سکے، تیرا حال یہ ہے کہ قلیل پر قناعت نہیں کرتا اور کثیر سے آسودہ نہیں ہوتا

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لب مرگ آدمی کے لیے ایسے آدمی کی مثال ایک مرتبہ بیان فرمائی جس کے تین دوست تھے اور ان پر وہ بہت زیادہ بھروسہ کیا کرتا تھا۔

ایسے شخص پر جب نزع کا عالم طاری ہوا تو اس نے اپنے تین دوستوں میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"تم میرے مخلص اور جاں نثار دوست تھے، اب اللہ کا امر (موت) مجھ تک آچکا ہے، کچھ میرے لیے کر سکتے ہو؟"

اس دوست نے سن کر جواب دیا:

"یہ تو خدا کی مرضی (موت) ہے جو تم پر غالب آرہی ہے، تمھارے اس دکھ اور تکلیف کو دور کرنا میرے بس سے باہر ہے لیکن ہاں میں تمھارے سامنے موجود ہوں جو کچھ درکار ہو مانگ لو دے دوں گا۔"

پھر مرنے والے نے اپنے تین دوستوں میں سے دوسرے دوست کو مخاطب کیا اور کہنے لگا:

"تو میرا بڑا ہی اچھا اور کام آنے والا دوست تھا۔ دیکھ میری جان نکل رہی ہے، تکلیف واذیت کی کوئی انتہا نہیں کیا تو بھی میرے کام نہیں آسکتا؟ میری کچھ مدد نہیں کر سکتا؟"

اس نے جواب دیا، خدا کی مرضی (موت) تم پر غالب آرہی ہے، میرے اختیار میں نہیں کہ تمھاری اس تکلیف اور اذیت کو کم کر سکوں۔ لیکن ہاں ایک بات ہے جب تک تم مر نہیں جاتے تمھاری پٹی سے لگا بیٹھا رہوں گا، اور جب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمھاری آنکھیں مند جائیں گی تو بہت اچھی طرح تمھیں غسل دوں گا۔ تمھارا بدن ڈھانپوں گا اور کفن دوں گا، بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔"

اب مرنے والے نے اپنے تین دوستوں میں سے تیسرے سے تخاطب کیا اور اس سے گویا ہوا:

"دیکھ رہے ہو چل چلاؤ کا وقت آگیا ہے بس اب اس دنیا سے رخصت ہوا چاہتا ہوں کیا تم بھی میرے لیے کچھ نہیں کر سکتے؟"

تیسرے دوست نے جواب دیا:

"دنیا اور آخرت میں تمھارا دوست، قرین، ساتھی اور حلیف ہوں۔ جب تم قبر میں اتارے

جاؤ گے میں ساتھ ہوں گا اور جب (قیامت کے دن) قبر سے اٹھائے جاؤ گے تو مجھے اپنے ساتھ پاؤ گے، میری تمھاری رفاقت کبھی ٹوٹنے والی نہیں!"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان تین دوستوں میں پہلا مال، دوسرا اہل و عیال اور تیسرا عمل ہے۔"

ایک مرتبہ امیر معاویہ رضؓ نے حضرت عائشہ رضؓ سے عرض کیا:

"مجھے کوئی ایسی نصیحت لکھ بھیجیے جو مختصر مگر جامع ہو۔"

حضرت عائشہ رضؓ نے امیر معاویہ کو جواب دیا:

"سلام علیک،

اما بعد۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص خدا کی ناراضی مول لے کر بندوں کو خوش رکھنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سامنے ڈال دیتا ہے۔"

ابن ملجم نے جب علی رضی اللہ عنہ پر کاری وار کیا تو وہ گھر میں داخل ہوئے اور ذرا دیر میں ان پر غشی طاری ہو گئی۔ کچھ عرصے بعد افاقہ ہوا تو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا۔ ان سے فرمایا:

"میں تمھیں وصیت کرتا ہوں خدا سے ڈرنے کی، آخرت سے رغبت رکھنے کی اور دنیا سے نفرت کرنے کی، جو چیز کھو دو، اس پر صدمہ نہ کرو۔ ہمیشہ نیک کام کرتے رہو۔ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار رہو۔"

اس کے بعد انھوں نے محمدؒ (محمد بن حنفیہ) کو طلب کیا اور فرمایا:

"کیا تم نے سن لیا میں نے تمھارے دونوں بھائیوں کو کیا نصیحت کی ہے؟"

محمد بن حنفیہ نے جواب دیا:

"پدر محترم سن لی ہے۔"

انھوں نے فرمایا:

"انہی چیزوں کی میں تمھیں بھی وصیت کرتا ہوں، اور اس بات کی بھی کہ اپنے دونوں بھائیوں (حسنؓ اور حسینؓ) کی توقیر کرتے رہنا، ان کے ساتھ ادب اور طاعت کا برتاؤ کرنا، ان کی فضیلت کو فراموش نہ کر دینا، اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھانا۔"

پھر حسنؓ وحسینؓ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

"میں نے تمھیں نیک باتوں کی وصیت کی ہے، اور ہاں یہ محمدؒ ابن حنفیہ، تمھارا بھائی ہے تمھارے باپ کا بیٹا، اور تم جانتے ہو تمھارا باپ اس سے محبت بھی کرتا ہے۔"

اس کے بعد وصیت کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے علی مرتضیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

"میرے بچو، میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے اکیلے میں، اور چشم مردم کے سامنے ہر حالت میں ڈرتے رہنا، رضا اور غضب کسی حالت میں بھی کلمۂ حق سے تعلق قائم رکھنا، فقر و غنیٰ ہر حالت میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لینا۔ دوست اور دشمن ہر کسی سے عدل و انصاف کا سلوک کرنا، نشاط اور کسل کوئی کیفیت بھی ہو عمل کا سلسلہ منقطع نہ ہونے دینا، مصیبت کی گھڑیاں ہوں، یا آسائش کا زمانہ، ہر دور میں رضائے الٰہی سے بے نیاز نہ ہو جانا۔ میرے بیٹو! یاد رکھو، جنت کے بعد کوئی شر نہیں، اور دوزخ کے بعد کوئی خیر نہیں، اور جنت کے مقابلے میں ہر نعیم ہیچ، اور دوزخ کے مقابلے میں ہر بلا کمتر، اے میرے بچو! جو اپنے عیبوں پر نظر رکھتا ہے وہ دوسروں کے عیوب سے غافل ہو جاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جاتا ہے اسے کسی محرومی کا دکھ نہیں ہوتا، جو بغاوت کے ارادے سے تلوار میان سے باہر نکالتا ہے اسی سے قتل کر دیا جاتا ہے۔ جو اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودتا ہے خود ہی اس میں جا پڑتا ہے۔ جو اپنے بھائی (مسلمان) کی پردہ دری کرتا ہے، اس کی اولاد کے عیوب فاش ہو کر رہتے ہیں۔ جو اپنی غلطیاں فراموش کر دیتا ہے اسے دوسروں کی غلطیاں بہت بڑی نظر آنے لگتی ہیں، جسے اپنی رائے پر گھمنڈ ہوتا ہے وہ گمراہ ہے۔ جو اپنی عقل پر نازاں ہے ٹھوکر کھاتا ہے۔ جو کبر و نخوت کو شعار بنا لیتا ہے ذلیل ہوتا ہے۔ جو بد اطوار لوگوں سے میل جول رکھتا ہے وہ حقیر اور سبک ہو جاتا ہے۔ جو علما کے پاس نشست برخاست رکھتا ہے باوقار نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ جو بد لوگوں سے میل جول رکھتا ہے سلامت نہیں

رہتا۔ جو صالحین کی صحبت رکھتا ہے بہت کچھ پا لیتا ہے۔ جو بُرے ٹھکانوں پر آتا جاتا ہے متہم ہوتا ہے۔ جسے اپنے نفس پر قابو نہیں اس کا حصہ ندامت ہے۔ جو ٹھٹول زیادہ کرتا ہے پست ہو جاتا ہے۔ جس میں جو اچھائیاں یا برائیاں زیادہ ہوتی ہیں انہی سے پہچانا جاتا ہے۔ جو باتیں زیادہ کرتا ہے غلطیاں بھی زیادہ کرتا ہے۔ جس سے غلطیاں زیادہ سرزد ہوتی ہیں وہ بے حیا ہو جاتا ہے۔ جو بے حیا ہوتا ہے اس میں زہد اور ورع کہاں؟ جس دل میں خدا کا ڈر نہیں وہ مر جاتا ہے، اور جس کا دل مر جائے اس کا مقام جہنم کے سوا کوئی نہیں۔ میرے بچو! یاد رکھو، ادب بہترین میراث ہے اور حسن خلق سے اچھا کوئی ساتھی نہیں۔ اے میرے بیٹو! عافیت کے دس حصے ہیں۔ ان میں نو صرف خموشی میں پنہاں ہیں ـــــ سوا ذکر خدا کے ـــــ اور ایک بے وقوفوں کی مجلس میں اٹھنے بیٹھنے سے احتراز میں پوشیدہ ہے۔ میرے بچو! اسلام سے بڑا کوئی شرف نہیں، اور تقویٰ سے بڑی کوئی بزرگی نہیں۔ اور ورع سے زیادہ دانائی کی کوئی بات نہیں، اور توبہ سے اچھا کوئی شفیع نہیں اور عافیت سے عمدہ کوئی لباس نہیں، اور ہاں حرص، تعب اور معصیت کی کنجی ہے۔ کام شروع کرنے سے پہلے تدبیر ندامت سے بچا لیتی ہے، قیامت کے دن کے لیے بدترین توشہ خدا کے بندوں پر ظلم و ستم ہے۔ پس مبارک ہوا سے جو محض اللہ کے لیے اپنے علم و عمل، حب و بغض، اخذ و ترک، گفتار و خموشی، اور قول و فعل کو خالص کر لیتا ہے۔"

حضرت عمرؓ بن خطاب کے بارے میں ان کے صاحبزادے عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ جب وقت وفات (ابولولو کے خنجر سے زخمی ہونے کے بعد) قریب آیا تو حضرت عمرؓ کا سر میرے زانو پر رکھا ہوا تھا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا:

"میرا سر زمین پر رکھ دو، شاید خدا مجھ پر رحم کرے۔"

پھر وہ اپنے گال زمین پر رگڑنے لگے اور فرمایا:

"وائے اے عمر، وائے تیری ماں پر اگر تیری مغفرت نہ ہو۔"

میں نے عرض کیا:

"پدر محترم، میری ران اور زمین میں کیا فرق تھا کہ آپ نے اپنا سر زمین پر رکھوایا؟"

حضرت عمرؓ نے جواب دیا:

"میرے حکم کی تعمیل کر، جب میں مرجاؤں تو جلد از جلد مجھے قبر میں پہنچا دینا تاکہ اگر اعمالِ نیک کا توشہ لے کر جا رہا ہوں تو پھر وہ جگہ بہتر ہے جہاں تم مجھے پہنچا آؤ گے، اور اگر میرا دامن اعمالِ نیک سے خالی ہے تو اپنے سر کا بوجھ جلد از جلد پھینک آؤ گے۔"

پھر وہ رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا،

"آپ روکیوں رہے ہیں؟"

جواب میں فرمایا:

"میں نہیں جانتا میرا ٹھکانا جنّت ہے یا جہنّم۔"

وفات سے ذرا پہلے دودھ پلایا گیا۔ وہ زخم کے رستے سے نکل گیا۔ یہ دیکھ کر بے ساختہ اللہ اکبر کہہ اٹھے، حاضرین انھیں تسلی اور دلاسا دینے لگے۔ اتنے میں حضرت علیؓ اور عبداللہ بن عباسؓ تشریف لائے۔ وہ بھی ان باتوں میں شریک ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"اگر قیامت کے دن برابر سرابر چھوٹ جاؤں تو یہ بھی بسا غنیمت ہے۔"

حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"امیرالمومنین! میں آپ کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔"

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر پوچھا،

"علی! کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو؟"

انھوں نے جواب میں کہا:

"ہاں — انشاء اللہ۔"

عبداللہ بن عباسؓ نے بھی حضرت عمرؓ کے عظیم و جلیل کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے انھیں حضرت علی کی طرح جنّت کی بشارت دی۔

ابن عمرؓ کی روایت کے مطابق یہ وہ موقع تھا کہ ان کا سر ان کی گود میں تھا، اور بار بار غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔

حوالے

۱۔ مؤرق قبیلۂ بنی سدوس کے اکابر رجال میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے موعظۂ حسنہ میں بڑی تاثیر تھی۔ چھوٹے چھوٹے بول لیکن دل میں راسخ ہوجانے والے۔ اپنے وقت کے مشہور عالموں اور واعظوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

۲۔ تلوار کی نوک پر بھی سچی بات کہہ دینے والے لوگ ہمیشہ اور ہر دور میں موجود رہے ہیں۔ اموی عہد حکومت میں منکرات کی کثرت ہوگئی تھی، ابو حازم جیسے حق گو اور نڈر لوگ موجود تھے جو سچی بات کہنے سے ذرا بھی نہیں جھجکتے تھے۔

۳۔ ابن ملجم ایک خارجی شخص تھا۔ خوارج نے علیؓ، معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کے قتل کا منصوبہ تیار کیا کہ نماز فجر کے وقت انھیں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے قتل کردیں۔ حضرت علی پر کاری وار پڑا، انھوں نے جام شہادت نوش کیا۔ امیر معاویہ زخمی ہوئے لیکن جان بچ گئی۔ عمرو بن العاص اس روز نماز پڑھنے مسجد میں داخل ہی نہیں ہوئے لہٰذا زخمی بھی نہیں ہوئے۔

ابن ملجم فوراً پکڑ لیا گیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے قتل کردیں مگر حضرت علی نے روکا اور فرمایا:

"ابھی اسے قتل مت کرو، ہاں میں مرجاؤں تو قتل کردینا۔"

۴۔ یہ حضرت علی کے غیر فاطمی صاحبزادے تھے۔ سراپا زہد و اتقا، امام حسین کی شہادت کے بعد صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور گوشۂ عافیت سے نکل کر بالآخر انھیں بھی اقدام و عمل کے میدان میں قدم رکھنا پڑا۔

۵۔ عبداللہ بن عمر کا شمار اجل صحابہ میں تھا۔ سنت نبوی کی پیروی کا حد درجہ اہتمام ملحوظ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر راستہ چلتے چلتے کسی جگہ کچھ دیر کے لیے رک گئے تھے تو عبداللہ بن عمر کا بھی زندگی بھر یہ معمول رہا کہ ادھر سے جب گزرتے تو کچھ دیر کے لیے رک جاتے۔